بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ

جس فوجی امداد کا آج کل ہر جگہ چرچا ہے۔ کہنے کو وہ صرف ایک سیاسی معاملہ ہے لیکن غور کیجئے اس کے اثرات خالص دینی مذہبی۔ تہذیبی اتمدنی۔ اور سیاسی حیثیت سے کس درجہ دور رس اور خطرناک ہو سکتے ہیں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اپنے آپ کو طاقتور بنانے کے لئے کسی سے ہتھیاروں کی یا کسی اور قسم کی مدد طلب کرنا اسلامی تصورِ حیات کے بالکل خلاف ہے اسلامی فکر کا پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان خدا سے اپنا تعلق زیادہ سے زیادہ استوار کرتا ہے اور پھر اپنے اوپر اعتماد کر کے خود اپنی دنیا آپ بناتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے اليد العليا خير من اليد السفلى اونچا ہاتھ نیچے ہاتھ سے بہتر ہے اور السوال ذل سوال کرنا ذلت کی بات ہے۔ اس بنا پر ایک مسلمان کسی حالت میں بھی کسی شخص یا کسی قوم سے بھیک مانگنے کا ننگ گوارا نہیں کر سکتا۔ عربی کا مقولہ ہے تجوع الحرة ولا تاكل بثديها ایک شریف عورت بھوکی رہ سکتی ہے لیکن کسی کی آیا نہیں بن سکتی۔ ایک مسلمان اس بات کا یقین رکھتا ہے کہ زندگی میں سب سے بڑا ہتھیار ایمان باللہ اور اعتماد علی النفس ہے۔ چنانچہ صرف یہی ایک ہتھیار تھا جس کے بل بوتہ پر عرب کے مفلس و بے سروسامان بادیہ نشینوں نے کسی خارجی مدد کے بغیر قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کا تختہ الٹ دیا اور ایران و روم کے شاہی محلات پر اپنی سطوت و حکومت کا پرچم لہرایا۔ اسلامی تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے۔ ایک جنگ کے موقع پر ایک عیسائی حکومت نے حضرت علیؓ کو فوجی امداد کی پیش کش کی تو اسے کس بری طرح نفرت و حقارت کے ساتھ خلیفہ چہارم نے ٹھکرا دیا۔ پھر اس کے بالمقابل تاریخ اس کی بھی شاہد ہے کہ جب اندلس کے مسلمان بادشاہ چچا بھتیجہ کے خلاف اور بھتیجہ چچا کے خلاف پڑوس کی عیسائی حکومتوں سے فوجی مدد لینے لگے تو ان کا انجام کیا ہوا۔ پہلے عیسائی حکومتوں نے ایک بادشاہ کی مدد کر کے اس کے حریف کو ختم کیا اور جب وہ ختم ہو گیا تو جس کی مدد کی تھی اس کو بھی تنہا اور مدافعت کے ناقابل پا کر ختم کر دیا اور

اس طرح سرے سے اسلامی حکومت کا نام و نشان ہی مٹا دیا۔

دین اور مذہب کے دائرہ سے ہٹ کر سوچئے تو یوں بھی اگر کوئی قوم عزمِ صمیم، یقین محکم اور خلوص کے ساتھ کھڑی ہو جائے تو کیا کچھ نہیں کر سکتی۔ ہٹلر نے چند سالوں میں جنگ عظیم اول کی پامال شدہ جرمنی کو فوجی اعتبار سے دنیا کے لئے ایک خطرۂ عظیم بنا دیا۔ اُس نے یہ سب کچھ اپنے بل بوتہ پر کیا تھا یا کسی سے طاقت و قوت کی بھیک مانگ کر کیا تھا؟ پھر اس سلسلہ میں خود ہندستان کا جو ذاتی تاریخی تجربہ ہے کیا وہ بھی آنکھ کھولنے کے لئے کافی نہیں ہے۔ جو لوگ سات سمندر پار سے سوداگر بن کر آئے تھے آخر وہی اس ملک کے حکمراں بن گئے اور یہاں اپنی سلطنت و حکومت کا تخت بچھا کر بیٹھ گئے۔ کل ایک سوداگر ایک حکمراں بن سکتا تھا تو کون کہہ سکتا ہے کہ آج کا مربی و معلم حربیات مستقبل کا حکمراں نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ تہذیبی اور تمدنی نقطۂ نظر سے دیکھئے! آج کل کا یہ عام مشاہدہ ہے اور مغربی ممالک خاص طور پر اس کے شاہد ہیں کہ جہاں یہ مدد پہنچتی ہے وہاں کا قومی تمدن اور کلچر غائب ہو جاتا ہے اور مدد دینے والی قوم کی تہذیب ہی پھلتی پھولتی اور فروغ پاتی ہے۔ مدد لینے والے میں طبعی طور پر احساسِ کمتری پیدا ہوتا ہے اور وہ کچھ شعوری اور کچھ غیر شعوری طور پر مدد کرنے والے کے رنگ میں جذب ہوتا چلا جاتا ہے اور اسی کی خو، بو اختیار کر لیتا ہے اس بنا پر فوجی امداد کا معاملہ خالص کوئی سیاسی معاملہ نہیں ہے بلکہ دین و مذہب، تہذیب و تمدن، اور قومی روایات و کلچر کے نقطۂ نظر سے بھی ایک نہایت اہم اور لائقِ غور و خوض معاملہ ہے اور نہایت افسوس اس کا ہے کہ یہ دستِ سوال اس ملک کی طرف سے دراز ہوا ہے جس کی فضا میں :

ترانۂ دل امید غمگسار یہا از فرنگست
دلِ شاہیں نہ لرزد بہر آں مرغے کہ در چنگست

کی صدائے تہدید و تنبیہ اب بھی گونجتی ہوئی سنی جا سکتی ہے۔

پھر غالباً اربابِ بست و کشاد نے اس حقیقت پر بھی توجہ نہیں کی کہ دنیا کی ایک نہایت عظیم الشان اور بے حد ترقی یافتہ قوم کے افراد جب اس ملک میں غایت درجہ احساسِ برتری کے ساتھ آئیں گے اور ان کے سامنے زانوے تلمذ تہ کرنے کی وجہ سے خود یہاں کے لوگوں میں جو احساس کمتری و فروطہ نگی پیدا ہوگا تو ان دونوں کے ٹکراؤ سے ملک کے خود اندرونی حالات کتنے خطرناک اور تباہ کن ہو سکتے ہیں۔ یہ نفسیاتی تصادم ایک بہت بڑے انقلاب کا پیش خیمہ بھی بن سکتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ امداد اس بات کی علامت ہے کہ مرا کو سے

لے کر لاہور تک سب ملک ایک رشتۂ اتحاد سے منسلک و مربوط ہو جائیں گے۔ جی ہاں! ضرور ہو جائیں گے مگر ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ ایک فیاض و سخی انسان وسیع دستر خوان بچھا کر شہر کے غریبوں کو ایک جگہ جمع کر دیتا اور ان کو ایک ہی رشتہ سے وابستہ کر دیتا ہے۔ یہ سب غریب خواہ کچھ کہیں لیکن ایک غیرت مند انسان ہرگز اتحاد پر ان کو مبارک باد نہیں دے سکتا۔ بلکہ اس کے برخلاف وہ تو یہ کہے گا۔

لحا اللہ صعلوگا اذا جنّ لیلۂ عصافی المشاش آلفا کل مجزری

بعد الغنی من نفسہٖ کل لیلۃ اصاب قراھا من صدیق میسّر

اس فقیر پر خدا کی لعنت جو رات کے وقت ہر ہر مذبح خانے میں جا کر وہاں کی ہڈیوں کو چچوڑتا ہے اور جس کا حال یہ ہے کہ اگر کسی رات اس کے مالدار دوست کے ہاں اس کی دعوت ہوتی ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ میں مالدار ہو گیا۔

لیکن آہ! کس سے کہیں اور کیوں کر کہیں کہ کسی ایک ملک کی تخصیص نہیں۔ یہ ہمہ رنگ زمین دام پورے عالم اسلام میں پھیلا ہوا ہے۔ کوئی اس میں آج پھنسا اور کوئی کل گرفتار ہوا۔ اقتصادی زبوں حالی۔ معاشی پستی سیاسی انتشار و ضعف۔ ذاتی اغراض و مقاصد جو عالم اسلام کے ہر گوشہ میں کارفرما ہے اس کی وجہ سے اس دام سے نکلنا آسان نہیں ہے۔ اگر کوئی اس سے بچ سکتا ہے تو صرف وہی ایک مرد مومن جس کو شہ عرب و عجم کی طرف سے گدا ہونے کے باوجود دماغ سکندری ملا ہوا ور ظاہر ہے کہ اب ایسے گدا کہاں اور کتنے ہیں۔ صد حیف کہ پوری دنیائے اسلام ایک نہایت شدید خطرہ کو لبیک کہنے کے لئے تیار کھڑی ہے اور کوئی موثر آواز نہیں جو للکار کر اُس سے پوچھے

"فاین تذھبون"